ملفوظات

حیات فاضل بریلوی

﴿۱﴾

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نسباً پٹھان مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے والد ماجد مولانا نقی علی احمد خان علیہ الرحمۃ (۱۲۹۷ / ۱۸۸۰ھ) اور جدّ امجد مولانا رضا علی خان علیہ الرحمۃ (۱۲۸۲ / ۱۸۶۵ھ) عالم اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ فاضل بریلوی کی ولادت ۱۰ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ھ کو بریلی (یوپی۔ پی بھارت) میں ہوئی۔ محمد نام رکھا گیا اور تاریخی نام المختار (۱۲۷۲ھ) تجویز کیا گیا، جدّ امجد نے احمد رضا نام رکھا بعد میں خود فاضل بریلوی نے عبدالمصطفٰے کا اضافہ کیا۔

سنہ ولادت اس آیت کریمہ سے نکالا

اولٰئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه (۱۲۷۲ھ)

آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے اور رضا تخلص کرتے تھے، آپ کے متبعین "اعلیٰ حضرت" اور "فاضل بریلوی" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ اکثر علم وفنون مروّجہ میں دسترس رکھتے تھے بعض علوم وفنون معاصرین علماء سے حاصل کئے اور بعض میں ذاتی مطالعہ اور غور وفکر سے کمال حاصل کیا۔ مندرجہ ذیل ۲۱ علوم وفنون اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ سے حاصل کئے۔

علمِ قرآن، علم حدیث، اصول حدیث، فقہ، جملہ مذاہب، اصول فقہ، جدل، تفسیر، عقائد، کلام، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، منطق، مناظرہ، فلسفہ، تکسیر، ہیأۃ، حساب، ہندسہ۔

حضرت شاہ آل رسول (۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) شیخ احمد بن زینی دحلان مکّی (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) شیخ عبدالرحمٰن مکّی (۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) شیخ حسین بن صالح مکّی (۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) شیخ ابوالحسین احمد النوری (۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء) علیہم الرحمۃ سے بھی استفادہ کیا اور مندرجہ ذیل ۱۰ علوم وفنون حاصل کئے۔

قرأت، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، نعت، ادب۔

مندرجہ ذیل ۱۴ علوم وفنون ذاتی مطالعے اور بصیرت سے حاصل کئے:

ارثماطیقی، جبرومقابلہ، حساب سینی، لوگارزعات، توقیت، مناظرومرایا، اکر، زیجات، مثلث کروی، مثلث مسطح، ہیأۃ جریدہ، مربعات، جعفر، زائرچہ۔

اس کے علاوہ **نظم ونثر فارسی، نظم ونثر ہندی، خط نسخ، خط نستعلیق** وغیرہ میں

بھی کمال حاصل کیا۔
علوم وفنون سے فراغت کے بعد تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور فتویٰ نویسی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ تقریباً ۵۰ علوم وفنون میں ہزار سے زیادہ کتب ورسائل آپ سے یادگار میں بے شمار تلامذہ آپ سے مستفید ہوئے بعض کا شمار متجرین میں کیا جاسکتا ہے، مثلاً مولانا حامد رضا خاں (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) مولانا ظفر الدین بہاری (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) والد محترم پروفیسر مختار الدین آرزو، صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) مولانا سیّد احمد اشرف گیلانی (۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء) مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی (۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء) والد محترم مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا برہان الحق جبل پوری وغیرہ وغیرہ۔

﴿۲﴾

فاضل بریلوی (۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء) میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) کی خدمت میں حاضر ہوکر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور مختلف سلاسل طریقت میں خلافت واجازت حاصل کی۔ مثلاً قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سُہروردیہ، بدیعتیہ، علویہ وغیرہ وغیرہ۔
(۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) میں پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے والد ماجد کے ہمراہ عازمِ حرمین ہوئے قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح جمل اللّیل آپ سے بے حد متاثر ہوئے اور فرطِ مسرّت میں فرمایا:

انی لا جدنور اللّٰہ من ھٰذاالجبین ترجمہ: ''بے شک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں۔''

امام موصوف نے اپنی تالیف **''الجوھرۃ المضیّہ''** کی اردو شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ مولانا شاہ احمد رضا خاں نے صرف دو روز میں اس کی شرح تحریر فرمائی اور یہ تاریخی نام رکھا: **النیّرۃ الوضیہ فی شرح الجوھرۃ المضیّہ'' (۱۲۵۹ھ / ۱۸۷۸ء)** پھر بعد میں تعلیقات وحواشی کا اضافہ فرماکے یہ تاریخی نام تجویز فرمایا: **الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیۃ** (۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء ، ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ء) میں آپ دوسری بار زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوئے۔ اس سفر میں حرمین شریفین کے علمائے کبار نے بڑی قدر ومنزلت فرمائی۔ علمائے مکّہ نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء پیش کیا جو علمائے حرمین کے لئے عقدۂ لاینحل بنا ہوا تھا۔ فاضل بریلوی نے محض حافظہ کی بناء پر قلم برداشتہ، عربی میں اس کا جواب تحریر فرمایا اور تاریخی نام رکھا: **کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم** (۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء) اس جواب کو پڑھ کر علمائے حرمین بے حد متاثر ہوئے۔ ہندوستان واپسی کے بعد مندرجہ بالا جواب کا ضمیمہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام رکھا: **کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدراھم** (۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء) پھر اس کا اُردو ترجمہ کیا اور اس کا

یہ تاریخی نام رکھا: **الذیل المنوط الرسالة النوط** (۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء) **کفل الفقیہ** کے علاوہ ایک اہم کتاب علمائے مکّہ کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرمائی اوراس کا یہ تاریخی نام تجویز کیا: **الدولة المکیہ بالمادة الغیبیہ** (۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ء) پھر **الفیوضات الملکیہ لمحب الدولة المکیہ** کے عنوان سے اس کے تعلیقات وحواشی لکھے۔ اس رسالے میں مسئلہ علم غیب پر محققانہ بحث کی ہے۔ علمائے حرمین نے جواس پر تقاریظ تحریر کی ہیں، ان سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے یہ دونوں کتابیں دورانِ سفر بغیر کوئی کتاب مطالعہ کیے محض یاداشت کی بنا پر تالیف فرمائیں۔ سرعت تحریر، قوتِ حافظہ اور جزئیاتِ فقہ پر ماہرانہ واقفیت کو دیکھ کر علمائے حرمین حیران تھے۔ (نزھۃ الخواطر ج ۸، ص ۳۹) مکّہ معظمہ کے ایک عالم علامہ محمد علی بن حسین نے اس شعر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

املی ذوا آیة قدشوھدت   املی العلوم فھل سمعت بمثلہ (حسام الحرمین ص ۶۷)

فاضل بریلوی کو علمائے حرمین بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتے تھے بعض علماء نے جددمّت تک لکھا ہے۔ چنانچہ شیخ اسمٰعیل خلیل اللہ (حافظ کتب الحرم) تحریر فرماتے ہیں: **الوقیل فی حقہ انہ، مجدد ھذا القرن لکان حقاد صدقاً** ۔ حسام الحرمین ص ۱۴۰، ۱۷۲) اسی طرح شیخ علی شامی ازہری، احمدی درودسری مدنی تحریر فرماتے ہیں۔

امام الائمة المجدد لھذہ الامة (حسام الحرمین ص ۲۶۲)

اسی لئے فاضل بریلوی کے متبعین ان کو **"مجددماة حاضرہ"** کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حرمین شریف اور دیگر بلادِ عرب کے تقریباً ایک سو سے زائد علماء وفضلاء نے مولانا احمد رضا خاں کی علمیت اور فقاہت کا اعتراف کیا ہے اور خوب خوب تعریف کی ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔" (مقالات یوم رضا ج ۳، ص ۱۰)

فاضل بریلوی کی طبیعت کی شدت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال نے مزید فرمایا:

"اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی، تو اس دور کے ابو حنیفہ کہلا سکتے تھے۔"

اس میں شک نہیں کہ فن فتویٰ نویسی میں فاضل بریلوی اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ انہوں نے تقریباً ۵۴ سال تک یہ فرائض بحسن وخوبی انجام دیئے، اپنے ایک مکتوب میں مولانا ظفر الدین بہاری کو تحریر فرماتے ہیں: "بحمد اللہ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اگر سات دن اور زندگی بالخیر ہے، تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۸ء کو اس فقیر کو فتویٰ لکھتے ہوئے پچاس سال ہوں گے۔ اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے۔" (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۸، مکتوب محررہ شعبان ۱۳۳۶ھ)

فقہ میں جد الممتار، حاشیہ شامی اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی شاہکار ترجمہ قرآن کریم ہے جو ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے منظرِ عام پر آیا اور جس کے تفسیری حواشی خزائن العرفان فی تفسیر القرآن کے نام سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تحریر فرمائے جو ایجاز و اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔ اردو میں قرآن کریم کے مکمل اور جزوی تراجم کی تعداد کچھ کم نہیں۔ ہمارے اندازے کے مطابق مکمل اور جزوی تراجم کی تعداد تقریباً ۱۲۳ ہے۔ ان کثیر تراجم کی موجودگی میں فاضل بریلوی کا ترجمۂ اردو بعض لوگوں کی نظر میں خاص اہمیت نہیں رکھتا، خصوصاً جبکہ اس سے قبل کئی ترجمے ہو چکے ہوں، مثلاً:

ترجمہ قرآن، حکیم محمد شریف خان	۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء
ترجمہ قرآن، مولوی امانت اللہ	۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء
ترجمہ قرآن، نواب صدیق حسین خاں	۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء
ترجمہ قرآن، مولوی نذیر احمد	۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء
ترجمہ قرآن، سید احمد حسن تھانوی	۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء
ترجمہ قرآن، مولوی اشرف علی تھانوی	۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء

لیکن جہاں تک ہماری معلومات اور مطالعہ کا تعلق ہے یہ ترجمہ اس حیثیت سے جملہ تراجم میں ممتاز نظر آتا ہے کہ جن آیاتِ قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہٗ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے، فاضل بریلوی نے ایسی آیات کا ترجمہ ایسی احتیاط اور کامیابی کے ساتھ کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل تقابلی مطالعے سے اس حقیقت کا اندازہ ہو سکے گا۔ خط کشیدہ الفاظ قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ اللہ ان سے ٹھٹھہ کرتا ہے۔ (سر سیّد احمد خان، تفسیر القرآن، بقرہ / خطوط ۱۵)

= اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے۔ (کنزالایمان)

۲۔ اللہ اپنا داؤ کر رہا تھا۔ (ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی، انفال، ۳۰)

= اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۔ (کنزالایمان)

۳۔ دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا۔ (مولوی محمود حسن، نساء، ۱۴۲)

= اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا۔ (کنزالایمان)

۴۔ اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہوگیا۔ تو غلطی میں پڑ گئے۔ (مولوی اشرف علی، بیان القرآن، طٰہٰ۔۲۲)

= اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا، اس کی راہ نہ پائی۔ (کنزالایمان)

۵۔ اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سجھائی۔ (مولوی محمود حسن، ترجمہ قرآن، ضحیٰ)

= اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا، تو اپنی طرف راہ دی۔ (کنزالایمان)

فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا جس نظر سے مطالعہ کیا، اس کا اندازہ ان کے اس مصرعے سے ہوتا ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی (حدائق بخشش حصہ دوم، ص ۹۹)

وہ فن شعر میں کمال رکھتے تھے، نعت گوئی کو اپنا مسلک شعری بنایا، ہر صنفِ شاعری پر طبع آزمائی کی، لیکن عجیب بات تو یہ ہے کہ ہر جگہ نعت ہی کی جھلک نظر آتی ہے، ان کے دیوان **"حدائق بخشش"** کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اردو، فارسی، عربی اور ہندی وغیرہ میں شعر گوئی پر پورا پورا عبور حاصل تھا، ان کا مشہور سلام جس کا مطلع ہے۔

مُصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

پاک و ہند کے طول و عرض میں پڑھا جاتا ہے، ان کے مخالفین بھی ان کی عظمتِ شاعری کے دل سے قائل تھے، چنانچہ افتخار اعظمی باوجود اختلاف مسلک فاضل بریلوی کی نعت گوئی پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں:

"ان کا نعتیہ کال اس پایہ کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہئے۔" (ارمغانِ حرم، ص ۱۴)

افسوس ہے کہ تاریخ ادب اردو میں فاضل بریلوی کا نام یا تو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے یا کہیں ضمناً اور اشارتاً آ گیا ہے، وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے۔

﴿ ۴ ﴾

تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے تلامذہ، خلفاء کی خدمات قابلِ ذکر ہیں، انہوں نے انیسویں صدی کے آخر سے مسلمانوں کے سیاسی حالات بنظرِ غائر مطالعہ کئے اور تحریر و تقریر کے ذریعے اپنی اصطلاحات اور تجاویز پیش کیں جو ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوئیں۔ اس سے قبل ۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے اجلاس میں اسی موضوع پر تقریر فرمائی۔ فاضل بریلوی کے آخری دور میں سیاست نے ایک نیا رُخ اختیار کر لیا تھا۔ تقریباً ۱۹۱۹ء / ۱۳۳۸ھ میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور دوسرے ہی سال (۱۹۲۰ء / ۱۳۳۹ھ) میں گاندھی کے ایماء پر تحریکِ ترکِ موالات کا آغاز ہوا۔ انجام سے بے نیاز ہو کر ہندو مسلم

شیر وشکر ہورہے تھے۔ مولانا رضا خاں نے اس اختلاط کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرمایا اور ایک معرکۃ الآراء رسالہ **المحجة المؤتمنه فی اٰیة الممتحنة** (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) تحریر کیا۔

راقم نے اس رسالے کے مضامین کو سامنے رکھ کر ایک کتاب ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات'' کے عنوان سے لکھی تھی، جس کا پہلا ایڈیشن صفر ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں اور دوسرا جمادی الآخر ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں لاہور سے شائع ہوا، اس کے بعد تیسرے، چوتھے اور پانچویں اور چھٹے ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔

فاضل بریلوی نے **المحجة المؤتمنة** میں کفار و مشرکین سے اختلاط اور ان کے ساتھ سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج سے متنبہ کیا ہے اور اس مسئلے پر مذہبی، تہذیبی، سیاسی معاشی نقطۂ نظر سے تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ فاضل بریلوی کے انہیں افکار کو سامنے رکھ کر ان کے فرزندان گرامی خلفا اور متبعین نے سیاست میں قدم رکھا اور اس کے لئے صالح لٹریچر فراہم کیا، اپنے مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے نام سے دو تنظیمیں قائم کیں۔ اس کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے تیسری تنظیم قائم کی جس کا دوسرا نام **الجمعیة العالیة المرکزیة** رکھا گیا۔ انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے اراکین نے ہندو مسلم اتحاد و اختلاط کے خلاف کام کیا۔ اس تنظیم کے ایک اہم رکن اور بانی صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء) جو فاضل بریلوی کے خلیفہ تھے۔ ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء میں مطالبۂ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ساتھ اعلان علماء اہل سنّت نے اپنی مساعی تیز تر کر دیں ان کے خلوص اور جوش اور جذبے کا اندازہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے اس عزم سے ہوتا ہے:

> ''پاکستان کی تجویز سے جمہوریتِ اسلامیہ کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں، خود قائد اعظم محمد علی جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔'' (حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۶، مکتوب ۲)

اسی طرح محدثِ اعظم ہند مولانا سیّد محمد محدث کچھوچھی (تلمیذ مولانا احمد رضا خاں) نے آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ اجمیر شریف (۲۵تا۶ رجب ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) میں خطبۂ صدارت میں یہ پُر جوش کلمات کہے۔

> ''اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ نہ رُکو، پاکستان بنالو، تو جا کر دم لو۔'' (الخطبۃ الاشرفیہ، ص ۳۸)

مطالبۂ پاکستان کی تائید اور حمایت کے سلسلے میں ہوا جس میں پاک و ہند کے ۲ ہزار سے زیادہ علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں یہ متفقہ قرارداد پاس کی گئی:

> ''یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علمائے و مشائخ اہل سنّت، اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں۔'' (کتاب مذکور، ص ۱۹۰)

اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ اسلامیہ کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ۱۳ علماٗ و مشائخ کی ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی جو مولانا احمد رضا خاں کے تلامذہ وخلفا اور مریدین پر مشتمل تھی۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بھی ان کے متبعین نے پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کے سلسلے میں بہت کوشش کی اور کر رہے ہیں۔

بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ فاضل بریلوی حکومت برطانیہ اور انگریزوں کے مخلصین میں سے تھے اور انہیں کے ایماء پر ایسی تحریکوں کی مخالفت کیا کرتے تھے جن سے حکومت برطانیہ کو خدشات ہوں۔

لیکن فاضل بریلوی اور ان کے تلامذہ، خلفاء اور متبعین کا جو سیاسی کردار اُو پر پیش کیا گیا ہے، اس سے اس الزام کی نہ صرف تردید ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات انگریزوں کے مخالف اور نظریہ پاکستان کے زبردست حامی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی سیاست کے اس نازک دور میں جوش وخروش سے زیادہ سلامت روی کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے تھے، اسی سلامت روی کو قائد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سامنے رکھا اور شاندار کامیابی حاصل کی۔ مولانا احمد رضا خاں انگریزوں کے حامی نہ تھے، لیکن بے جا مخالفت کو سلامت روی اور اعتدال کے خلاف سمجھتے تھے۔ ترکوں کی جان ومال کی حفاظت کو ضروری سمجھتے تھے، لیکن اس دورِ سیاست میں مالی امداد کو ترجیح دیتے تھے، وہ مسلمانوں کی معاشی اور سیاسی خوشحالی کے لئے ایک منصوبہ رکھتے تھے جس کے اہم نکات کا اظہار انہوں نے ۱۹۱۲ء میں حاجی لعل خاں (کلکتہ) کے نام ایک مفصل مکتوب میں کیا ہے جو بعد میں رام پور اور کلکتہ سے شائع ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ مسلمان اپنے تمام معاملات میں خصوصاً عدالتی مقدمات جن پر بے دریغ روپیہ ضائع ہوتا ہے، اپنے ہاتھ میں لیں۔
۲۔ مسلمان، مسلمان بھائیوں کے علاوہ کسی سے خرید وفروخت نہ کریں۔
۳۔ ہندوستان کے دولت مند مسلمان، مسلمانوں کے لئے غیر سودی بنکاری قائم کریں اور ایسے بینک کھول کر نفع کے لئے حلال ذرائع مہیا کریں۔
۴۔ مسلمان دین اسلام پر سختی کے ساتھ کاربند رہیں اور کسی دینی امر کے حصول کے لئے غیر دینی ذرائع استعمال نہ کریں۔

(دبدبۂ سکندری، رام پور، شمارہ ۱۷، جلد ۳۹، ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء)

یہ خیال بھی درست نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جو کو ''بریلوی'' کہا جاتا ہے، حالانکہ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت محتاط ہیں اور کوئی نئی چیز پیش نہیں کرتے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو پہلے کہا جا چکا ہے چونکہ بعض مذہبی امور اور سیاسی تحریکوں کے زیر اثر وہ باتیں کچھ فراموش ہو گئی تھیں، اس لئے جب فاضل بریلوی نے از سر نو تحقیق کر کے پیش کیں، تو نئی معلوم ہونے لگیں۔ پاک وہند کے علماٗ اور عوام کی ایک کثیر جماعت جو سلف صالحین کی پیرو ہے،

دل سے ان کی تائید اور حمایت کرتی ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال سے استناد و استشہاد کرتے ہیں اور دلائل و براہین کا ایک سیلاب بہاتے ہیں، اس لئے ان کی سیف قلم کے شہید بھی ان کی علمیت و فقاہت کے قائل نظر آتے ہیں۔ (نزہۃ الخواطر، ص ۳۹، ۴۱)

یہ بات فاضل بریلوی کی قابلیت اور علمیت پر شاہد ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ بعض مسائل میں ان کی تحقیقات سے علماً نے اختلاف کیا ہے۔

فاضل بریلوی نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو بوقت نماز جمعہ ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر وصال فرمایا۔ چند ماہ قبل قرآنِ کریم کی اس بات سے الہامی طور پر اپنا سنۂ وفات نکالا تھا۔

ویطاف علیهم بآیة من فضة واکواب (وصایا شریف ص ۱۲۱)

آپ کے دو فرزند تھے، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ خاں مدظلہٗ العالی۔ مولانا حامد رضا خاں ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ کتب معقول و منقول والد ماجد سے پڑھیں۔ عربی ادب پر بڑا عبور رکھتے تھے۔ ۷۰ برس کی عمر پائی، ۲۳ سال والد ماجد کے جانشین رہے اور برسوں دار العلوم منظرِ اسلام (بریلی) میں درسِ حدیث دیا اور ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء کو وفات پائی، صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ **الاجازۃ المتنیۃ** ترجمہ اردو **الدولۃ المکیۃ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، سدّ الفراد حاشیہ رسالہ ملأجال، نعتیہ دیوان اور فتاوےٰ** آپ سے یادگار ہیں۔

مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں اوائل ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے، برادر بزرگ مولانا حامد رضا خاں سے تعلیم حاصل کی اور والد ماجد سے علومِ دینیہ کی تکمیل کی۔ دار الافتاء الرضویہ (بریلی) میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء سے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، تصانیف میں الفتاویٰ المصطفویہ آپ سے یادگار ہیں۔ اس وقت ۸۶ سال کی عمر شریف ہے، ہندوستان میں آپ کا روحانی اور علمی فیض جاری ہے۔

فاضل بریلوی کے خلفاً نہ صرف پاک و ہند بلکہ حرمین شریفین میں بھی پھیلے ہوئے تھے۔ حرمین کے بعد خلفاً کے اسماً گرامی یہ ہیں:
سید عبدالحی مکی، شیخ حسین جلال مکی، شیخ صالح کمال مکی (۱۳۲۵ھ / ۱۹۱۹ء)، سید اسمٰعیل خلیل مکی (۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۹ء)، سید مصطفےٰ خلیل مکی (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)، شیخ احمد خضراوی مکی (۱۳۳۶ھ / ۱۹۲۷ء)، عبدالقادر کردی مکی (۱۳۳۶ھ / ۱۹۲۷ء)، شیخ فرید مکی (۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء)، سید مامون البری، شیخ اسعد الدھان، شیخ عبدالرحمٰن، شیخ عابد بن حسین (مفتی مالکیہ) شیخ علی بن حسین، شیخ جمال بن محمد الامیر، شیخ عبداللہ بن احمد ابی الخیر میرداد، شیخ عبداللہ وحلان، شیخ بکر رفیع، سید ابی حسین مرزوقی، شیخ حسن

انجمی، شیخ الدلائل شیخ محمد سعید، شیخ عمر الحرسی، شیخ عمر بن حمدان، شیخ سالم بن عبدروس، سید علوی بن حسین، سید ابوبکر بن سالم، شیخ محمد بن عثمان دحلان، شیخ محمد یوسف، مولانا ضیاء الدین احمد مدنی۔

پاک و ہند کے خلفا میں قابلِ ذکر یہ ہیں:

مولانا حامد رضا خاں (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)

مولانا سید عبدالسلام (۱۳۹۳ھ / ۱۹۴۴ء)

مولانا ظفر الدین بہاری (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء)

مولانا محمد امجد علی اعظمی (۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء)

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء)

حکیم غلام احمد فریدی (۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)

شاہ سیّد محمد اشرف گیلانی (۱۳۴۴ھ / ۱۹۵۵ء)

مولانا سیّد دیدار علی الوری (۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء)

مولانا عبدالعلیم میرٹھی (۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء)

مولانا عبدالاحد (۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء)

(خلف الرشید مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی) مولانا احمد مختار، مولانا محمد عبدالباقی برہان الحق جبل پوری، مولانا حسنین رضا خاں، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، پروفیسر سید سلیمان اشرف (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)، مولانا محمد ابراہیم رضا خاں، مولانا سید غلام جان جودھپوری وغیرہ وغیرہ۔

جناب محمد صادق قصوری نے ''خلفاءِ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے کتاب لکھی ہے جو عنقریب لاہور سے شائع ہونے والی ہے۔

﴿۶﴾

فاضل بریلوی کثیر التصانیف بزرگ تھے، ان کی تصانیف کی تعداد ہزار سے متجاوز ہے۔ تصانیف کی کثرتِ تعداد کے لحاظ سے برصغیر پاک و ہند کے علماء میں وہ خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ تذکرۂ علمائے ہند میں ان کی ۵۰ تصانیف کا تفصیلی ذکر کیا ہے (تذکرہ علماء ہند، ص ۱۶، ۱۷) اور آخر میں لکھا ہے کہ اس وقت تک ان کی تصانیف ۷۸ مجلدات تک پہنچ چکی ہے۔

''تذکرہ علمائے ہند'' کی تدوین کا آغاز ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں ہوا، جب مولانا احمد رضا خاں کی عمر ۳۱ سال تھی۔ اسکے بعد ۳۵

سال حیات رہے، اس طویل عرصے میں کیا کچھ نہ لکھا گیا ہوگا، مولانا حامد رضا خاں (ابن مولانا احمد رضا خاں) نے **"الدولة المکیه"** (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

"بحمدہ تعالیٰ چار سو سے زاید کتب ہیں جن میں فتاویٰ مبارکہ بڑی تقطیع کے بارہ ضخیم مجلدوں میں ہے۔" (حاشیہ الدولۃ المکیہ، ص ۱۶۹)

یعنی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء تک تعداد تصنیف ۴۰۰ سے زائد ہوگئی تھی۔ فاضل بریلوی نے ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء میں وصال فرمایا، یعنی اس کے بعد پندرہ برس حیات رہے۔ بہر حال آخر میں یہ تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے فاضل بریلوی کے حیات میں ان کی ۴۰۰ سے زیادہ تصانیف کی مفصل فہرست بعنوان **المجمل المعدد لتالیفات المجدد** (۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء) کے نام سے پیش کی۔ پھر موصوف ہی نے حیاتِ اعلیٰ حضرت (ج ۲ قلمی) میں چھ سو سے زیادہ کتابوں کی تفصیلات فراہم کیں۔ مدیر ماہنامہ اعلیٰ حضرت دسمبر ۱۹۶۲ء (بریلی) نے قلمی اور نادر مطبوعات کی ایک فہرست پیش کی تھی جو ڈھائی سو تصانیف پر مشتمل ہے۔ اس فہرست کو مولانا بدرالدین احمد نے سوانح اعلیٰ حضرت میں نقل کر دیا ہے، انجمن ترقی اردو (کراچی) کی قاموس الکتب اردو میں تقریباً ۴۲ مطبوعات کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۷۶ء میں المیزان (بمبئی) کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا، اس میں بکثرت تصانیف کا ذکر ملتا ہے۔

الغرض فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم، عظیم المرتبت، مفتی، بلند پایہ مصنف، صاحب بصیرت، سیاستدان اور باکمال ادیب و شاعر تھے۔ پاک و ہند کے محققین نے ہنوز ان کی طرف توجہ نہیں کی، وہ دنیا کے ہر محقق کی توجہ کے لائق ہیں۔ اگر ان کی فقہی اور علمی تصانیف، سیاسی بصیرت اور ان کے ادب و شاعری پر تحقیق کی جائے، تو بہت سے راز ہائے سربستہ معلوم ہوں گے اور ہم بجا طور فخر کر سکیں گے کہ برصغیر سے ایک ایسا یگانہ روزگار عالم پیدا ہوا جس کی نظیر نہ اس کے زمانے میں تھی اور نہ اب ہے، اور حکیم عبدالحیٔ لکھنوی کا یہ اعتراف، حقیقت بن کر سامنے آجائے۔

یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع

علی الفقہ الحنفی وجزیاتہ یشہد بذالک مجموع فتاواہ

(عبدالحیٔ لکھنوی، نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۴۱)

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل تھا، اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدہٗ وَنُصَلِّےْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَحْسَنُ الْمَکْتُوْبَاتِ وَعُمْدَۃُ الْمَلْفُوْظَاتِ حَمْدُ مُبْدِعٍ اَنْطَقَ الْمَوْجُوْدَاتِ بِاَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَلَا مَوْجُوْدَاِلَّا اللّٰہُ وَاَخْرَجَ الْمَعْدُوْمَاتِ مِنَ الْعَدَمِ اِلَی الْوُجُوْدِ فَشَھِدْنَ اَنْ لَّامَشْھُوْدَ اِلَّااللّٰہُ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَاَنْطَقَہٗ بِفَصِیْحِ الِّسَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ عَمِیْمِ الْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ شَفِیْعِنَا یَوْمَ الْجَزْعِ وَالْفَزْعِ عِنْدَالْمَلِکِ الدَّیَّانِ الَّذِیْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَحْضِ کَرَمِہٖ حَنَّان" مَنَّان" وَقَھَّار" عَلٰی اَجْیَالِ الْبَغْیِ وَالْعِنَادِ وَالْفَسَادِ وَالْکُفْرَانِ جَبَّار" عَلَی الْمُرْتَدِّیْنَ وَعَلٰی مَنْ کَفَرَبِہٖ وَبِرَسُوْلِہٖ دَیَّان" نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ ذِی الْکَرَمِ الْغُفْرَانِ حَامِیِ الْاِیْمَانِ، مَاحِی الطُغْیَانِ، غَافِرِالذَّنْبِ وَالْفُسُوْقِ وَالْعِصْیَانِ، سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَانَاصِرِنَا وَمَاوٰنَاحَامِیْنَا وَمَلْجَانَا، اَلسُّلْطَانِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّنَا الرَّحْمٰنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ صَدَّقُوْہُ بِالْاِذْعَانِ وَاٰمَنُوْا بِمَوْلَاھُمْ بِالتَّصْدِیْقِ وَالْاِیْقَانِ وَسَعَدُوْافِیْ مَنَاھِجِ الصِّدْقِ وَصَعَدُوْا مَعَارِجَ الْحَقِّ بِالثَّبَاتِ وَالْاِتْقِ......ھُمُ الَّذِیْنَ اَسَاس" وَبُنْیَان" وَاَرْکَان" ، اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا مَعَھُمْ بِکَرَمِکَ وَاَدْخِلْنَا دَارَالْجِنَانِ بِرَحْمَتِکَ مَغْفِرَتِکَ یَا کَرِیْمُ یَارَحِیْمُ یَاغَفَّارُ یَاسُبْحَانُ آمِیْن آمِیْن ، یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اللہ اللہ اہل اللہ کی زندگی اللہ تعالیٰ وتبارک کی ایک اعلیٰ نعمت ہے ان کی ذات پاک سے ہر مصیبت ٹلتی ہے اور ہر بڑی مشکل بآسانی بدلتی ہے۔ سبحان اللہ انہی نفوسِ قدسیہ طاہرہ کے قدم کی برکت سے وہ عقدہ وہ لاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں۔ جنہیں قیامت تک کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے جس سے کیسا ہی کوئی عقیل ومدبر ہو حیران رہ جائے کچھ نہ بول سکے جسے میزانِ عقل میں کوئی نہ تول سکے۔ اللہ اکبر! ان کی صورت، ان کی سیرت، ان کی رفتار، ان کی گفتار، ان کی ہر روش، ان کی ہر ادا، ان کا ہر ہر کردار اسرار پروردگار عزمجدہٗ کا ایک بہترین مرقع اور بولتی تصویر ہے کہ یہ انفاس نفیسہ مظہر ذات علیہ وصفات قدسیہ ہوتے ہیں مگر بفحوائے کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ اور کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ دوام کسی کے لئے نہیں ہمیشہ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے۔ ہمیشگی رب عزوجل کو ہے باقی جو موجود ہے معدوم اور ایک دن سب کو فنا ہے۔ اسی لئے

اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ ومکاتیب طیبہ وملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور ہم ہی مستفید ومحفوظ نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھالیں اور پھر وہ بھی یوں ہی اپنے اخلاف کے لئے پندونصائح وصایا تنبیہات واخلاص کے ذخیرے اذکار عشق ومحبت مسائل شریعت وطریقت کے مجموعہ معرفت وحقیقت کے گنجینہ کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے سچ ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کین دولت از گفتار خیزد

فقیر جب تک سنِ شعور کو نہ پہنچا تھا اور اچھے بُرے کی تمیز نہ تھی، بھلائی بُرائی کا ہوش نہ تھا، اُس وقت میں ایسے خیال ہونا کیا معنی پھر جب سن شعور کو پہنچا تو اور زیادہ بے شعور ہوا، جوانی دیوانی مشہور ہے مگر **"اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃ"** صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سیّد العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا جنہیں تاج العرفاء کہیں بجا، جنہیں مجدد وقت اور امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا۔ **اِنَّہُ السَّیِّدُ الْفَرْدُ الْاِمَام** کہا، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے انہیں اپنا شیخِ طریقت بنایا، ان سے سندیں لیں اجازتیں لیں اُنہیں اپنا استاد مانا۔ پھر ایسے اچھے کی صُحبت کسی بابرکت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کردیا۔ اس زمانہ میں کہ آزادی کی تند وتیز ہوا چل رہی تھی، کیا عجیب تھا کہ میں غریب بھی اس بادِ صرصر کے تیز جھونکوں سے جہاں صدہا بئس المصیر پہنچے وہیں جا رہتا مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظرِ عنایت نے پکا مسلمان بنادیا۔ **والحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک**۔ اب نہ وہ خود ہے جو بے خود بنائے تھی، نہ وہ مدہوشی جو بیہوش کیے تھی۔ نہ وہ جوانی کی اُمنگ نہ کسی قسم کی کوئی اور ترنگ مولانا معنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

مولانا کے اس فرمان کے مجھے آنکھوں تصدیق ہوئی اس معنی میں حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اور کتنا اچھا فرمایا میں بار بار ان کے اشعار پڑھتا ہوں اور حظ اٹھاتا ہوں، جب پڑھتا ہوں ایک نیا لطف پاتا ہوں وہ فرماتے ہیں:

قطعہ

گِلے خوشبوئے درحمام روزے　　رسید ازدست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ ازبوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم　　ولیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہمنشین درمن اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

غرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کھلیں اچھے بُرے کی تمیز ہوئی اپنا نفع وزیان سوجھا،

ممنہیات سے تا بمقدور احتراز کیا اور اوامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا، اور اب اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور وخوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط، بڑے بڑے سرٹیک کر رہ جائیں۔ فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف اَنَـا لَا اَدْرِیْ کا دم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرمادیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا اور وہ دقائق ونکات مذہب وملت جو ایک چیستاں اور ایک معمہ ہوں جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرمادیئے جائیں، تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ یونہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سلکِ تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں، پھر یہ کہ خود ہی منتفع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہنچنا باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں! ان کا نفع جس قدر عام ہو اتنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو، مگر یہ کام مجھ سے بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں سوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا، اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔ میری حالت اس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب ہو ایک قدم آگے ڈالتا، اور دوسرا پیچھے ہٹالیتا ہو مگر دل بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیا تھا آخر اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ کہتا، کمر ہمت چست کرتا، اور حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عزوجل کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار ہی کو میری جیت کا باعث بنائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَخَیْرُ رَفِیْقٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی
خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ آگے قبل واجر کا اپنے مولا تعالیٰ سے سائل ہوں وھو حسبی وربی وہ اگر قبول فرمائے تو یہی میری بگڑی بنانے کو بس ہے۔ میں اپنے سُنّی بھائیوں سے امیدوار کہ وہ مجھ بے بضاعت ومسافر بے توشہ آخرت کیلئے دعا فرمائیں کہ ربّ العزۃ تبارک وتقدس اسے میری فلاح ونجات کا ذریعہ بنائے آمین آمین،

بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ الْمَکِیْنِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ
وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ مَّرْضِیٌّ لَّدَیْہِ ط